قرآنی اسلوبِ زندگی میں معیشت کا کردار

ڈاکٹر حافظ شبیر احمد جامعی*

خلاصہ:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآنی اسلوب زندگی میں معیشت کا بنیادی کردار ہے کیونکہ معیشت کے بغیر انسانی زندگی کی بقا کا امکان باقی نہیں رہتا اس لیے اسلام نے معیشت پر بہت زور دیا ہے۔ ہر معاشرہ ہر دور میں معاشی مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ قرآن ان معاشی مسائل کو ایسے اصول و قوعد کے تحت حل کرتا ہے کہ انسان رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس لیے کہ اسلامی معیشت کی بنیاد قرآن پر ہے جو بذریعہ وحی پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ آنحضور ﷺ کے عہد مبارک میں تمام معاشی مسائل قرآن کے تحت حل کیے جاتے تھے۔ فقہاء، محدثین اور مفسرین کی مرتبہ کتب میں اسلامی معیشت کا مواد وافر مقدار میں موجود ہے جو قرآن کریم کی روشنی میں مہیا کیا گیا ہے کیونکہ قرآنی اسلوب زندگی میں معیشت کی بنیاد وحی پر ہے جبکہ غیر قرآنی اسلوب زندگی میں معیشت کی بنیاد مختلف مفکرین کے نظریات پر ہے۔ اسلامی معیشت کا مقصد قرآن و سنت پر عمل کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے جبکہ غیر اسلامی معیشت میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ چنانچہ قرآنی اسلوب زندگی کے مطابق ہر فرد رزق کمانے کے لیے کوئی بھی جائز ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔ قرآن رزق حلال کے طریقے بیان کرتا ہے اور حصولِ معاش کے لیے جدوجہد کو لازم قرار دیتا ہے۔ گداگری اور مفت خوری جیسے منفی جذبات کی مذمت کرتا ہے اور محنت مشقت سے روزی کمانے کی تلقین کرتا ہے۔ اس مقالے میں اپنی بساط کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ قران اور سنت میں کسب حلال کی اہمیت اور افادیت کو واضح کیا جائے تا کہ لوگوں میں کسب حلال کے شعور کو بیدار کیا جاسکے۔

کلیدی الفاظ: خاندان، معاشرہ، معیشت، اسلوب، قرآن

*ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ وانچارج دارالافتاء، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

قرآنی اسلوبِ زندگی دراصل اسلامی طرزِ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطِ حیات اور نظامِ زندگی ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور گوشوں کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ بغیر کسی استثناء کے اپنی زندگی کے تمام معاملات کو دائرہ اسلام کے تحت انجام دیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِيْ السِّلْمِ كَآفَّةً[1]

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔۔۔

یعنی کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ۔ تمہارے خیالات، نظریات، علوم، طور طریقے، معیشت و معاشرت، سیاست و عدالت اور سعی و عمل کے سب راستے بالکل تابع اسلام ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی کرو اور بعض حصوں کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کر لو۔ اسلامی طرزِ زندگی ہی اللہ کا پسندیدہ طرزِ زندگی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللهِ الإِسْلاَمُ[2]

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی نظامِ زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرلے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کر دے اور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود ایجاد نہ کرے، بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو ہدایت بھیجی ہے، کسی کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔ اسی طرزِ فکر و عمل کا نام "اسلام"[3] یا "قرآنی اسلوبِ زندگی" ہے۔ درحقیقت تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا دین (طرزِ حیات) یہی اسلام ہے یعنی اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ[4]

---

[1]۔ البقرہ ۲:۲۰۸

[2]۔ آل عمران ۳:۱۹

[3]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سیّد، تفہیم القرآن ۱/۲۴۰، ۲۳۹، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۱۶ء

[4]۔ آل عمران ۳:۸۳

اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ دینُ اللہ چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چار وناچار اللہ کی تابع فرمان (مسلم) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

مزید فرمایا:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيْناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْن[1]

اسلام کے سوال جو شخص کوئی اور اسلوب حیات اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا۔

اسلام ہی دراصل ہدایت ربانی کا مستقل، آخری اور مکمل ترین ایڈیشن ہے جو قرآن کی صورت میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا گیا ہے:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً[2]

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

(لہٰذا حرام وحلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئیں ہیں ان کی پابندی کرو۔)

جب انسان ایمان کا اقرار کرتا ہے تو در حقیقت وہ اپنے تمام حقوق واختیارات سے دستبردار ہو کر اپنا سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اور صرف اللہ کی خوشنودی اور اس کی جنت کا طلبگار بن جاتا ہے۔ قرآن کریم اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ[3]

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال، جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

---

[1]۔ آل عمران ۳:۸۵

[2]۔ المائدہ ۵:۳

[3]۔ التوبہ ۹:۱۱۱

ایمان فی الواقع ایک معاہدہ ہے جس کی رُو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور اس کے معاوضے میں خدا کی طرف سے اس وعدے کو قبول کرلیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں وہ اسے جنت عطا کرے گا۔ جہاں تک اصل حقیقت کا تعلق ہے، اس کے لحاظ سے تو انسان کی جان ومال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، کیونکہ وہی اس کا اور ان ساری چیزوں کا خالق ہے جو اُس کے پاس ہیں اور اسی نے وہ سب کچھ اُسے بخشا ہے جس پر وہ تصرف کر رہا ہے۔ لہٰذا خدا کے ہاں جو ایمان معتبر ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ خیال اور عمل دونوں میں اپنی آزادی وخودمختاری کو خدا کے ہاتھ بیچ دے اور اس کے حق میں دعٰوے ملکیت سے کلیتًہ دست بردار ہو جائے۔ پس اگر کوئی شخص کلمہ اسلام کا اقرار کرتا ہو، اور صوم وصلوٰۃ وغیرہ احکام کا بھی پابند ہو لیکن اپنے جسم وجان کا، اپنے دل ودماغ اور بدن کی قوتوں کا، اپنے مال اور وسائل وذرائع کا، اور اپنے قبضہ واختیار کی ساری چیزوں کا مالک اپنے آپ ہی کو سمجھتا ہو اور ان میں اپنے حسب منشا تصرف کرنے کی آزادی محفوظ رکھتا ہو، تو ہو سکتا ہے کہ دنیا میں وہ مومن سمجھا جاتا رہے، مگر خدا کے ہاں یقینا وہ غیر مومن ہی قرار پائے گا۔ کیونکہ اس نے اللہ کے ساتھ وہ بیع کا معاملہ کیا ہی نہیں جو قرآن کی رُو سے ایمان کی اصل حقیقت ہے۔

ایمان کی حقیت اسلامی رویہ زندگی اور کافرانہ رویہ زندگی یا بالفاظِ دیگر قرآنی اسلوب زندگی اور غیر قرآنی اسلوب زندگی کو شروع سے آخر تک بالکل ایک دوسرے سے جدا کر دیتی ہے۔ مسلم جو صحیح معنی میں خدا پر ایمان لایا ہو، اپنی زندگی کے ہر شعبے میں خدا کی مرضی کا تابع بن کر کام کرتا ہے اور اس کے رویے میں کسی جگہ بھی خود مختاری کا رنگ نہیں آنے پاتا الاّ یہ کہ عارضی طور پر کسی وقت اس پر غفلت طاری ہو جائے اور وہ خدا کے ساتھ اپنے معاہدہ بیع کو بھول کر کوئی خود مختارانہ حرکت کر بیٹھے، اسی طرح اہل ایمان کا معاشرہ اجتماعی طور پر بھی کوئی پالیسی، کوئی سیاست، کوئی طرز تمدن وتہذیب، کوئی طریق معیشت ومعاشرت اور کوئی بین الاقوامی رویہ خدا کی مرضی اور اس کے قانون شرعی کی پابندی سے آزاد ہو کر اختیار نہیں کر سکتا۔ خود اسے آزاد ہو کر کام کرنا اور اپنے نفس ومتعلقات نفس کے بارے میں خود یہ فیصلہ کرنا کہ ہم کیا کریں اور کیا نہ کریں، ایک کافرانہ، ظالمانہ اور فاسقانہ رویہ زندگی ہے جو قرآنی اسلوب زندگی کی ضد ہے۔ اس حقیقت کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلَـئِکَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[1]

[1]- المائدہ ۵:۴۴

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق (معاملات زندگی کے) فیصلے نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

بہر حال یہ کافرانہ، ظالمانہ اور فاسقانہ رویہ زندگی ہے، خواہ اس پر چلنے والے لوگ ''مسلمان'' کے نام سے موسوم ہوں یا ''غیر مسلم'' کے نام سے۔

آج کی دنیا میں معیشت و تجارت اور مالیات نے وہی اہمیت اختیار کر لی ہے جو آج سے ستر اسّی سال پہلے سیاست اور ریاست کو حاصل تھی۔ بیسویں صدی کے اوائل سے تقریباً نصف صدی تک کا زمانہ ریاست اور سیاست کے مسائل وافکار کی بحث کا زمانہ تھا۔ دنیا بھر میں مختلف قسم کے سیاسی تصورات، ریاست کے بارے میں مختلف نظریات اور انسانی زندگی میں ریاست کے کردار پر بحث ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ابھرنے والے مسلم مفکرین کی توجہ کا خاصا بڑا حصہ سیاست و ریاست ہی سے متعلق مسائل پر مرکوز رہا۔

بیسویں صدی کے وسط سے صورت حال بدلنا شروع ہوئی اور سیاست کی جگہ اقتصادیات و معیشت نے لینا شروع کر دی۔ بیسویں صدی کے اواخر تک افکار کی دنیا میں معیشت کے مسائل اہل علم کی توجہ کا مرکز رہے۔

عالمگیریت اور گلوبلائزیشن کے اس دور میں بھی بین الاقوامی تجارت اور عالمی اقتصادی نظام کے مسائل بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ مغرب کے دونوں بڑے معاشی نظام دنیائے اسلام کے مسائل حل نہیں کر سکے۔ کمیونزم اپنی موت آپ مر چکا۔ سرمایہ دارانہ نظام پر کمزوری اور بڑھاپے کے آثار طاری ہونے لگے ہیں۔ اب پہلی بار دنیائے مغرب میں اسلام کی معاشی تعلیمات سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ جیسے جیسے مغربی معیشت مشکلات کا شکار ہو رہی ہے ویسے ویسے اسلامی معیشت کے مطالعہ کی اہمیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ بعض مغربی یونیورسٹیوں میں اسلامی معیشت اور اسلامی بینکاری کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے پروگرام شروع ہو رہے ہیں۔

قرآن مجید وہ ہدایت نامہ ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں ہدایات و رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس رہنمائی میں جہاں روحانی اور اخلاقی معاملات کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں، وہاں اجتماعی زندگی کے بارے میں بھی بنیادی رہنمائی فراہم کر دی گئی ہے۔ جس پر اس کی مادی زندگی کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مال کو قیام زندگی کا ذریعہ قرار دیا ہے ''جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا''[1] اگر معاشی زندگی

[1]۔ النساء ۵:۴

ناکام ہو، اگر انسان فقر و فاقہ کا شکار ہو اور انسان کو مادی وسائل دستیاب نہ ہوں تو اسکے لیے قرآنی اسلوبِ زندگی اپنانا بعض حالات میں انتہائی مشکل اور کبھی کبھی بالکل ہی ناممکن ہو جاتا ہے اور انسان کفر کی دہلیز تک جا پہنچتا ہے۔ جیسا کہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’الفَقرُ أَن يَكُونَ كُفرًا‘‘ (فقر و فاقہ انسان کو کفر کے قریب پہنچا دیتا ہے) اس لیے قرآن مجید نے جہاں خالص دینی اور روحانی ذمہ داریوں پر بات کی ہے، وہاں انسان کی معاشی ضروریات اور معاشی تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے روحانی معاملات میں، دینی ذمہ داریوں اور اخلاقی تقاضوں کی کما حقہ تکمیل اسی وقت کر سکتا ہے جب اس کو بقدر ضرورت معاشی وسائل واسباب میسر ہوں۔[1]

معیشت تلاش رزق کی آزادانہ جدوجہد کا نام ہے۔ عربی زبان میں ’’عیش‘‘ زندگی گزارنے کو کہتے ہیں اور ’’معاش‘‘ زندگی گزارنے کے وسائل حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ تاریخ اور عمرانیات کے نامور عالم علامہ ابن خلدون کہتے ہیں:

ان المعاش حصوابتغاء الرزق والسعی فی تحصیله[2]

معاش رزق تلاش کرنے اور اس کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کرنے کا نام ہے۔

وسائل رزق کے لیے ’’معاش‘‘ کا لفظ قرآن کریم میں بھی استعمال کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِيْ الأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلاً مَّا تَشْكُرُون[3]

اور ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں زندگی کا سامان رکھا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں آباد کیا ہے، اسے خلیفہ بنایا ہے اور اسے عقل و شعور کے ساتھ قوت واختیار اور مالکانہ حقوق سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو پیدا کیا ہے مگر نہ تو ان کو عقل و شعور عطا کیا ہے اور نہ حق ملکیت عطا کیا ہے۔ حیوانات کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے، جبکہ انسان کو ہر چیز کی ملکیت عطا کی گئی ہے، یہاں تک کہ حیوانات کی بھی۔ انسان کی عظمت و فضیلت اس کی قدرت و قوت اور آزادی واختیار سے ظاہر ہوتی ہے۔

---

[1]۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات معیشت و تجارت، ص ۱۴، افیصل ناشران لاہور ۲۰۱۰ء

[2]۔ مقدمہ، ص ۴۶۳، قاہرہ ۲۰۰۴ء

[3]۔ الاعراف ۱۰:۷

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لیے بنائی ہے اور انسان کے لیے اس میں منافع اور برکتیں رکھی ہیں۔ انسانوں کو اپنی عقل و بصیرت اور فہم و فراست سے کام لے کر آزادانہ تصرف کرنے کی سہولت فراہم کی ہے۔ رزق کے وسائل اور معیشت کے ذرائع اس زمین میں کثرت سے پیدا کیے ہیں اور انسانوں کو اپنی لیاقت اور محنت سے ان کو کام میں لانے کی تلقین کی ہے اور اپنی زندگی کو خوش حال بنانے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ[1]

اوار اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو پست بنادیا، چلو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ اس کا رزق اور اسی طرف مرنے کے بعد اُٹھ کر جانا ہے۔

اللہ نے اپنے اہل ایمان بندوں کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ حلال رزق کی جدوجہد میں اپنا وقت لگائیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِیْ الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُون[2]

پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر الکسب کسب یدالعامل اذانصح[3]

بہترین کمائی وہ ہے جو محنت کش اپنے ہاتھ سے کماتا ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہ ہو۔

ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو یہ سوچ کر گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے، کہ میری روزی خود بخود میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اس کے لیے مجھے محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد نے جواب دیا کہ ایسا شخص جاہل ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1]۔ الملک ۶۷:۱۰

[2]۔ الجمعہ ۶۲:۱۰

[3]۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد ۳۳۴/۲

ان اللہ جعل رزقی تحت رُمحی[1]

اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے رکھا ہے۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ: ''روزی کمانے کے لیے کوشش کرنا اور محنت ضروری ہے۔''

کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

فابتغوا عنداللہ الرزق[2]

اللہ کے پاس رزق تلاش کرو۔

معاشی جبر اور فقر وفاقہ انسان کے ایمان واخلاق کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ اور معاشرے میں برائی اور فساد کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ ماضی قریب میں بعض مسلم ممالک میں جو بغاوت کی لہر اٹھی وہ بہت حد تک اسی معاشی جبر کا نتیجہ تھی۔ حکمران طبقہ معاشی وسائل پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا اور عوام پر رزق کے راستے تنگ کر دیئے تھے۔ اس کا نتیجہ بغاوت اور انقلاب کی شکل میں رُونما ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کے شہنشاہ آریہ مہر رضا شاہ پہلوی کے خلاف جو انقلاب رونما ہوا اس کا بنیادی سبب معاشی اصلاحات سے عوام کی بے اطمینانی اور بے چینی تھی۔ ۲۰۱۱ء میں تیونس میں عوامی انقلاب، ۲۰۱۲ء میں لیبیا اور مصر میں عوامی انقلاب حکمرانوں کے معاشی جبر کا ردّ عمل تھا۔

معاشی جبر جس طرح انسان کو قرآنی اسلوب زندگی سے ہٹا کر فساد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسی طرح معاشی وسائل کی کثرت اور دولت کی فراوانی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔ حکمران طبقے اور دولت مند طبقے کے ساتھ بالعموم یہی ہوتا ہے۔ ان کی تعیش پسند زندگی ان کو انجام بد سے غافل کر دیتی ہے اور ان کی نگاہوں پر پردے ڈال دیتی ہے۔ معاشیات کے اس فلسفے کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِيْ الْأَرْضِ وَلَكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ[3]

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے وسائل رزق کی فروانی کردے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، لیکن اللہ جتنا چاہتا ہے ایک اندازے کے مطابق نازل کرتا ہے، وہ اپنے بندوں کے احوال پر نظر بھی رکھتا ہے اور خبر بھی رکھتا ہے۔

---

[1]۔ ابن حجر عسقلانی، امام، فتح الباری ۱۱/۶۰۳

[2]۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۶۲

[3]۔ الشوریٰ ۴۲:۲۹

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور معیشت اس نظام کا ایک اہم اور بنیادی شعبہ ہے اس لیے جب تک یہ مکمل نظام معیشت سمیت اپنے تمام شعبوں کے ساتھ کارفرمانہ ہو تب تک قرآنی اسلوب زندگی نامکمل رہے گا۔ اسلام کا نظریہ حیات یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی ہے تاکہ رضائے الٰہی اور فلاح اخروی حاصل کی جائے۔ معاشی خوشحالی اور مادی وسائل مقصد حیات نہیں ہیں بلکہ ذریعہ حیات ہیں۔ نظریہ حیات کے اس اسلامی تصور کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ معیشت کا مقصد طلب رزق حلال اور باہمی تعاون و تکافل ہے۔ معیشت اور معاشی خوشحالی کے اس مقصد کا تقاضا یہی ہے کہ اخلاقی مفاد، معاشی مفاد پر بہر صورت مقدم ہو اور اخلاقی مصالح کے تحفظ کے لیے بعض معاشی مفادات کو قربان کیا جانا چاہیے۔

اسی لیے اسلام نے بے قید معاشی آزادی کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ ایسی تجارت کو پسند نہیں کیا جو دوسرے کے نقصان یا استحصال کا ذریعہ ہو۔ دوسروں کی آزدی میں مخل ہو، اور دوسروں کے نفع و نقصان پر اثر انداز ہو۔ چنانچہ اسلام نے معاشی آزادی کے ساتھ کچھ اصول و ضوابط بھی مقرر کیے تاکہ یہ آزادی استعمار اور استحصال کا موجب نہ بن جائے۔ ان اصولوں کی وجہ سے فرد کی معاشی آزادی کا تحفظ بھی ہوتا ہے اور عام انسانوں کو راحت اور سکون بھی ملتا ہے۔ اگر آزادی کے نام پر ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو معاشرے میں وہی تباہی آ گئے جو قارون، ہامان اور فرعون کے زمانے میں آئی تھی۔

پہلا اصول یہ ہے کہ تجارت اور مالی لین دین عادلانہ طریقوں اور باہمی رضامندی سے کیا جائے، زور زبردستی اور جبر و اکراہ سے کسی کا مال حاصل نہ کیا جائے۔ کسی کے مال اور جائیداد پر حلیہ اور تدبیر سے قبضہ نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ[1]

اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے اِلّا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

اسی لیے اسلام نے چوری، ڈاکہ زنی، جوا، لاٹری وغیرہ کے ذریعے حاصل کیے ہوئے مال کو انسان کی ملکیت تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ یہ باطل طریقے سے مال کمانا ہے۔

[1]۔ النساء۲۹:۴

دوسرا اصول یہ ہے کہ تجارت میں شفافیت اور ایمان داری ہو دھوکا دہی نہ ہو اور نہ ہی کسی فریق کا نقصان ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغر[1]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دھوکے کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔

غرر ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں ہر طرح کی دھوکے بازیاں، مال مجہول اور تجارتی جعل سازیاں شامل ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی فرمایا:

من غش فليس منا[2]

جو دھوکا دے گا وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے۔

تجارت اور کاروبار کی آزادی اس بات سے جڑی ہوئی ہے کہ کسی فریق کا نقصان نہ ہو اور اس کی حکمت یہ ہے: لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ فی الاسلام "نہ تو نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ"۔ یہی اسلامی معیشیت کی روح اور جان ہے اور یہی نظام عدل واحسان ہے اگر کسی فریق کے تجارتی فائدے میں دوسرے فریق کا نقصان ہو تو اس کاروبار کو عادلانہ نہیں کہا جاسکتا اور ایسی آزادی کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ ایک مسلمان کو صرف انہی اشیاء کی تجارت کی آزادی ہے جو حلال اور پاک ہیں۔ حرام اور ناپاک چیزوں کی تجارت کی آزادی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُون[3]

جو پاکیزہ حلال رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ایک مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ سور، شراب، مردار اور خون کی تجارت کرے، یا بدکاری اور فحش دوشیزاؤں کا دھندا کرے، یا سودی لین دین کرے۔ شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہ اللہ کی نظر میں ناپاک ہیں اور پاکیزہ عقیدے کے حاملین کو ناپاک اشیاء کی تجارت زیب نہیں دیتی۔ اسکے مقابلے میں پاک چیزوں کی تجارت کا وسیع میدان موجود ہے۔

---

[1]- ترمذی، امام، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۲۳۰، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

[2]- ایضاً حدیث نمبر ۳۹۲۸

[3]- المائدہ ۵:۸۸

چوتھا اصول یہ ہے کہ ایسی تجارت اور لین دین سے گریز کیا جائے جس میں فریقین میں جھگڑا اور تصادم ہو۔اسی لیے شریعت نے تجارت کی شرطوں اور طریقوں کو وضاحت سے بیان کرنے اور اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ایسی تجارت اور کاروبار جس میں تنازع ہو، فتنہ وفساد ہو کوئی خیر و برکت نہیں ہے۔اگر بیچنے اور خریدنے والے میں تنازع ہو جائے تو بات بیچنے والے کی تسلیم کی جائے گی، خریدنے والے کو معاملہ ختم کرنے کا حق ہے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ فرد اور سماج کی ضرورت اور مجبوری کا استحصال نہ کیا جائے کسی آجر کے کام میں کمی نہ کی جائے اور کسی مزدور کی اجرت اس کی محنت سے کم نہ دی جائے۔سماج میں اگر خورد نوش کی اشیاء کی قلت ہو تو گوداموں میں مال جمع کر کے نہ رکھا جائے تاکہ قیمت تناسب سے بڑھ جائے اور گراں قیمت وصول کی جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامان خورد نوش کی قلت کے وقت سامان جمع کر کے رکھنے والوں کو گنہگار قرار دیا ہے: "لا یحتکر الا خاطی""صرف گنہگار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے"۔[1]

چھٹا اصول یہ ہے کہ تجارت تو کی جائے مگر سودی لین دین سے گریز کیا جائے۔سود بھی معاشی استحصال کی ایک شکل ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون[2]

اے مومنو! مت کھاؤ، سود بڑھا چڑھا کر۔اللہ سے ڈرو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسلام نے اس طرح کی متعدد شرطوں اور حدوں کا تعین کیا ہے، جن پر عمل کر کے انسانی معاشرے کو فساد سے اور بدامنی سے بچایا جا سکتا ہے اور معاشی آزادی کو بامعنی بنایا جا سکتا ہے۔اور قرآنی اسلوب زندگی کا تابع بنا کر "فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاَخِرَةِ حَسَنَةً" کا عملی نمونہ بنایا جا سکتا ہے۔

[1]۔ جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۲٦۷

[2]۔ آل عمران ۱۳۰:۳

منابع

۱. قرآن مجید

۲. تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی

۳. محاضرات معیشت و تجارت، ڈاکٹر محمود احمد غازی

۴. مسند احمد، امام احمد بن حنبل

۵. فتح الباری، امام ابن حجر عسقلانی

۶. مقدمہ ابن خلدون

۷. جامع ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ امام ترمذی